ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

اقبال کی اردو غزل گوئی پر ایک نظر

URDU GHAZAL OF IQBAL AT A GLANCE

۱۔ نثار علی: پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور
۲۔، شگفتہ حلیم: پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور
۳۔ ڈاکٹر غنچہ گل: اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور

Abstract

Iqbal became known as a national and Islamic poet because of pain of country and nation in his poetry. Before Iqbal, the tone of ghazal was different but he changed the style and melody of ghazal radically. He has an eloquent and epic tone in his Ghazal and this is the biggest difference what sets him apart from other poets. There are very few poets in Urdu poetry who are equally popular in ghazal and poetry, but nature was allowed to take some other work from Iqbal. In beginning of his poetry he started writing poems in the near future. The beauty of his ghazal In spite of a radical change in language, accent and subject matter. This greatness can be seen in both his poems and ghazals. He radically changed the basic elements of ghazal, namely themes, style and accent. His Ghazal themes are national, international and metaphysical. He added new terms and using metaphors. Terms and metaphors have been negotiated in his ghazal everywhere. Despite he brings great revolution in Urdu ghazal.

Key words: Iqbal,Urdu Ghazal, Poems, metaphysical, Terms and metaphors

اردو شاعری میں بہت کم ایسے شاعر موجود ہیں جو غزل اور نظم میں یکساں مقبولیت رکھتے ہیں۔ البتہ اقبال اور فیض بلاشبہ دو عظیم شاعر ہیں جو اردو غزل اور نظم دونوں صنف سخن میں اپنا منفرد مقام رکھتے ہیں۔ اقبال نے بھی دوسرے شعرا کی طرح اپنی شاعری کا آغاز غزل ہی سے کیا اور اس زمانے کے مشہور شاعر داغ دہلوی کے شاگرد ہوئے۔ ان کی غزل میں داغ دہلوی کی بعض خصوصیتیں یعنی شوخی ،روانی اور برجستگی موجود ہے۔ مثلاً

"نہ آتے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی
مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی
کہیں ذکر رہتا ہے اقبال تیرا
فسوں تھا کوئی تیری گفتار کیا تھی"(1)

مگر داغ نے بہت جلد اقبال کو یہ کہہ کر فارغ کر دیا کہ آپ کے کلام میں اصلاح کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن قدرت کو اقبال سے کوئی اور کام لینا منظور تھا اقبال نے اپنی شاعری کے ابتدائی دور ہی میں نظمیں لکھنا شروع کیں۔ ان کی شاعری میں ملک اور قوم کا درد موجود تھا۔ اس وجہ سے اقبال ایک قومی اور اسلامی شاعر کی حیثیت سے پہچانے گئے۔ اقبال کی بال جبریل کی غزلیں جہاں فنی اعتبار سے اعلیٰ شاعری کا نمونہ ہیں وہاں ان غزلوں میں ایک مربوط نظام فکر بھی نظر آتا ہے۔ اقبال دنیا کے سارے مسلمانوں کی بدحالی اور غلامی سے پریشان تھے۔ اپنی شاعری میں اقبال اپنی قوم کی زوال کی تصویر ہی پیش نہیں کرتے بلکہ تمام نوع انسانی کے لیے انقلاب اور ارتقا کا پیغام بھی پیش کرتے ہیں۔ اقبال سے پہلے غزل کا لہجہ قنوطی تھا۔ مگر اقبال نے غزل کی زبان اور موضوع کے علاوہ اس کا لہجہ اور آہنگ بھی یکسر بدل دیا۔ اقبال کے ہاں رجائیہ اور رزمیہ لہجہ موجود ہے اور یہی سب بڑا فرق ہے جو اقبال کو دوسرے شعرا سے ممتاز کرتا ہے۔ مثلاً

"تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہے
اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہے"(2)

ایک اور مثال ملاحظہ ہوں:

نومیدنہ ہو ان سے اے رہبر فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی
اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی(3)

اقبال کے ہاں عشق و محبت برائے نام ہے۔ ان کے ہاں عشق کے وہ معنی قرار نہیں پائے جو دوسرے شعرا کے نزدیک ہیں۔ اقبال کے یہاں عشق کا مطلب کسی بڑے مقصد سے گہرے لگاو کا نام ہے۔ مثلاً

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

"بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی"(4)

اقبال کی غزل کی ایک اہم خصوصیت اس کا جوش بیان اور رمزیت ہے۔ اور ان کے کلام میں بلا کی ایمانی قوت پوشیدہ ہے۔ اقبال کی تغزل میں رمز و کنایہ بے جان نہیں ہوتے۔ وہ ان کے ذریعہ سے نئے مضمون بڑی خوبی سے پیدا کرتے ہیں۔ زلف و گیسو، مے و بت خانہ، شعاع و شبنم، شمع و پروانہ، ہمارے دور انحطاط کے ادب میں مریضانہ افسردگی پیدا کرنے والے تھے۔ اقبال نے انہیں لفظ میں اپنے نفس گرم سے نئی جان ڈال دی ہے۔ اقبال کے یہاں لفظ حرکت اور عمل کا صور پھونکتے ہیں۔ عبد السلام ندوی کے نزدیک اقبال کی فارسی غزلیں اردو کے مقابلے میں زیادہ جاندار اور تغزل کا نمونہ ہیں۔ ان کے نزدیک ایک غزل کی زبان نرم و نازک ہوتی ہے۔ لیکن اقبال کی اردو غزلیں روایت سے ہٹ کر ہیں۔

غالب سے پہلے شاعری جذبے کی زبان تھی۔ مگر غالب نے جذبہ اور فکر سے اردو غزل میں چار چاند لگا دیئے۔ جب کہ اقبال نے فکر اور فلسفہ سے غزل کو مزین کیا۔ اقبال نے اپنی غیر معمولی مفکرانہ اور شاعرانہ صلاحیتوں سے کام لیکر غزل میں مقصدیت کی ایسی توانائی اور رعنائی پیدا کر دی جو لاجواب ہے۔ اقبال نے غزل کی پرانی روایت سے منحرف ہو کر غزل کو نئے عناصر سے روشناس کرایا۔ اقبال نے غزل کی بنیادی عناصر یعنی موضوعات، اسلوب اور لہجے کو یکسر بدل دیا۔ اقبال کی غزل کے موضوعات قومی، بین الاقوامی اور مابعد الطبیعاتی ہیں۔ اقبال نے نئی اصطلاحیں اور استعارے استعمال کر کے حالی کے اس اعتراض کو مسترد کر دیا کہ اردو غزل میں استعمال ہونے والی اصطلاحیں اور استعارے پرسودہ ہو چکے ہیں۔ اردو غزل میں اتنا زبردست انقلاب لانے کے باوجود اقبال نے غزل کو بے کیف اور نامانوس نہیں ہونے دیا۔ اس حوالے سے یہ شعر ملاحظہ ہو:

"عشق بھی ہو حجاب میں حسن بھی ہو حجاب میں
یا تو خود آشکار ہو یا مجھے آشکار کر
باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں؟
کار جہاں دراز ہے، اب مرا انتظار کر"(5)

اقبال کی غزل پر کئی نقادوں نے اعتراضات بھی کیے۔ اعتراض کرنے والے نقاد دو طرح کے ہیں۔ یعنی ایک وہ نقاد جو اقبال کی زبان پر اعتراض کرتے ہیں جب کہ دوسرے اقبال کی غزل میں موضوع پر اعتراض کرتے ہیں۔ ان حضرات کا خیال ہے کہ صدیوں تک غزل کی جو استعارے ملتے ہیں وہ تمام کے تمام عشقیہ واردات اور تجربات پر مشتمل ہیں۔ ان نقادوں کو اقبال کی غزل میں یہ پیروی نظر نہیں آتی دوسرا اعتراض یہ کہ غزل پیغام دینے کی اہل نہیں ہے۔ لیکن علامہ نے اپنی نظموں کی طرح غزل سے بھی قوم کو پیغام دینے کا کام بہ خوبی سرانجام دیا ہے۔

اردو غزل کے نقادوں نے اپنے ذہن میں یہ بات نقش کر لی ہے کہ اردو غزل کی ایک مخصوص

زبان ہے۔ خاص لہجہ ہے اور خاص موضوع ہے۔ جب کہ اقبال ان سب سے بغاوت کرتے ہیں۔ ہر شاعر کا انداز اور سوچ اپنے زمانے کے مطابق تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اس کا مزاج اپنے عہد کے علوم اور اور فلسفیوں کے نئی سوچ اور فکر کے حوالے سے تشکیل پاتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ زندگی کے بارے میں ایک جیسے تصورات و خیالات رکھتے ہوئے بھی ایک ہی معاشرتی حالات میں رہتے ہوئے بھی اس دور کے تمام شاعر ایک جیسی ہی شاعری نہیں کرتے۔

ہر ایک کی سوچ جداگانہ ہے۔ ہر شاعر کائنات اور کائنات میں موجود ہر شے کو مختلف اقدار سے

دیکھتا ہے۔ میرؔ، سوداؔ اور دردؔ ایک ہی زمانے کے شاعر ہوتے ہوئے بھی مختلف قسم کی شاعری کرتے ہیں۔ ان کی سوچ اور انداز فکر ایک دوسرے سے بالکل آلگ ہیں۔ ہر ایک کا اپنا انفرادی رنگ ہے۔
اقبال کی اردو غزل پر تنقید کرنے والے حضرات یہ بات ذہن نشین کر لے کہ اقبال فلسفیانہ تصورات رکھتے تھے۔ اور زبان موضوع کے تابع ہوا کرتی ہے۔ اقبال کے پاس ایک موضوع تھا۔ لہذا زبان میں تبدیلی یقینی اور فطری بات ہے۔ اقبال کائنات کا ایک وسیع تصور رکھتے تھے لہذا نرم و لطیف الفاظ اقبال کے موضوع کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے۔ اقبال کے یہاں لہجے کے شکوہ بھی اس بات کی علامت ہے کہ اقبال عظیم تصورات رکھتے تھے۔ اقبال کے یہاں لہجہ کے شکوہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ عظیم خیالات و تصورات کے اظہار کے لیے عظیم پیغام دینا چاہتے تھے۔ جذبہ و جوش کے اظہار کے لیے زبان و بیان کو مضبوط اور جاندار ہونا چاہئے۔ معمولی نرم و نازک سے غیر معمولی تصورات و خیالات کا اظہار کرنا ناممکن ہے۔ لہذا اقبال زبان اور لہجے میں جان پیدا کرنے پر مجبور تھے۔ بال جبریل کی غزلیں دراصل کائنات میں انسان کا مقام تلاش کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً

"کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں
جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں"(6)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

اقبال اپنی غزلوں میں فلسفیانہ جستجو کرتے ہیں کہ کائنات کی تخلیق کا کیا مقصد ہے۔ وہ خالق اور مخلوق کا رشتہ تلاش کرتے ہیں۔ انسان اور اس کے ارد گرد فطرت کے جو مظاہر ہیں یعنی چاند، سورج، ستارے، سمندر ، صحرا اور دریا وغیرہ کا انسان سے کیا رشتہ ہے۔ انسان کے اپنے اندر کس قسم کی اعلیٰ صفات پیدا کر کے ان جملہ مظاہر پر غلبہ پا سکتا ہے۔ ایک جگہ وہ یوں رقم طراز ہیں:

"جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی
آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی"(7)

غرض یہ کہ اقبال بنیادی طور پر غزل گو تھے اور نظم میں انہیں جو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی وہ بھی غزل میں ان کے غیر معمولی کمال کا ہی نتیجہ ہے۔ اقبال کا کمال یہ ہے کہ غزل میں زبان، لہجہ اور موضوع میں یکسر تبدیلی کے باوجود غزل کی نغمگی بر قرار رہتی ہے۔ اقبال کی عظمت کی شان ان کی نظم اور غزل دونوں میں بہ خوبی دیکھی جا سکتی ہے۔

حوالہ جات

1) ماہ نو، لاہور، شمارہ، نومبر، دسمبر، صفحہ 15، 2013
2) ماہ نو، لاہور، شمارہ، نومبر، دسمبر، صفحہ 15، 2013
3) ڈاکٹر، علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلیشر، لاہور، صفحہ 630-629
4) ماہ نو، لاہور، شمارہ، نومبر، دسمبر، صفحہ 17، 2013
5) ڈاکٹر، علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلیشر، لاہور، صفحہ 533-532
6) ماہ نو، لاہور، شمارہ، نومبر، دسمبر، صفحہ 19، 2013
7) ڈاکٹر، علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلیشر، لاہور، صفحہ 630-629